سماج کے کمزور طبقات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل

افتخار عالم*

Abstract

Prophet Muhammad (SAW) exercised an exemplary interaction with the deprived sections of the community. Allah sent him as the blessing for all communities of society. His remarkable behavior with lower class people honored them in Arabian Peninsula. Due to his behaviors, a social equality was developed in society. A good number of non-Muslims were converted into Islam due to his kind treatment. Now-a-days, as we observe our social behaviors, these are not in accordance with the seerah of Prophet Muhammad (SAW). So due to this, a social disorder and many other problems have emerged in society. It is the need of time that we must extract guidance from Seerah of Prophet (SAW).This study is a historical review of Prophet Muhammad's (SAW) treatment with poor people. In this aricle, Prophet's interaction towards weak and lower class of community is described, so that by acting upon these values, we should be able to lessen the social problems which have been caused by our weak behaviors.

KEYWORDS: *Muhammad (SAW), Behavior, Lower Class People.*

رسول اللہ ﷺ اعلیٰ ترین سماجی خصائل کی حامل شخصیت تھے۔ انھوں نے ایک فلاحی معاشرے کی بنیاد انھی خصوصیات پر رکھی کیونکہ انسانی معاشرے ہمیشہ تعلیم و تربیت اور اخلاق حسنہ سے عروج اور استحکام حاصل کرتے ہیں۔ معاشرے کے امن، خوشحالی اور استحکام کا راز علم، عمل اور اخلاق میں پوشیدہ ہے۔ اسی طرح قیادتیں بھی علم، عمل اور اخلاق حسنہ سے تشکیل پاتیں اور ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اسی اخلاق حسنہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خلق عظیم کے اعلیٰ درجہ پر فائز کیا۔ ارشاد فرمایا:

* ڈاکٹر افتخار عالم، پی ایچ۔ڈی، علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۱)

"بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں۔"

یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ الٰہیہ سے متّصف ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے حضرت سعد بن ہشام بن عامرؓ نے پوچھا کہ آقا علیہ السلام کے اخلاق حسنہ جن کی تعریف قرآن مجید میں انک لعلی خلق عظیم کہہ کر کی گئی۔ وہ کیا ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا:

اَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟

"کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟"

انھوں نے عرض کیا کہ پڑھتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

فَإِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللّٰہِ کَانَ الْقُرْآن (۲)

"حضور نبی اکرم ﷺ کا خلق قرآن ہی تو ہے۔"

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اخلاق حسنہ، خصائل حمیدہ، فضائل کریمہ اور انسان کی عادات شریفہ کا جو جو ذکر، جز، گوشہ اور پہلو بیان کیا ہے، ان ساری خوبیوں کے عملی پیکر کا نام محمد مصطفی ﷺ ہے۔ اللہ رب العزت کے بیان کردہ اخلاق کو اگر تعلیمات کی شکل میں دیکھنا ہو تو اس وجود کا نام قرآن ہے اور اللہ رب العزت کے تعلیم کردہ اخلاق اور خصائل حمیدہ کو اگر ایک انسانی پیکر اور شخصی اسوہ کی صورت میں دیکھنا ہو تو ان کا نام محمد مصطفی ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نے بھی اخلاق کی ترویج و فروغ کو اپنی منصبی ذمہ داری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَکَارِمَ الأَخلَاقِ۔ (۳)

"مجھے مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

جب ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ چیز واضح نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ نے اخلاق حسنہ کے ہزارہا گوشوں کی تعلیم دی، انھیں اپنی عملی زندگی میں سمویا اور ان کے ذریعے اپنے اسوۂ حسنہ اور شخصیت مقدسہ کو فکری، علمی اور عملی طور پر انسانیت کے سامنے رکھا۔ الغرض اخلاقِ حسنہ کا نمونہ کامل اور پیکر اتم بن کر آپ ﷺ کائنات خلق اور افق انسانیت پر ظہور پذیر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کی تربیت کے لیے جس قدر بہترین سماجی طرزِ عمل کا مظاہرہ فرمایا اس کی مثال پیش کرنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ آپ ﷺ نے تمام طبقاتِ انسانی کے ساتھ مثالی برتاؤ کیا کہ جس کے اثرات واضح طور پر محسوس کیے گئے۔ مضمون ہٰذا میں ہم چند اہم طبقات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے سماجی طرزِ عمل کا مطالعہ پیش کریں گے جو کہ درج ذیل ہیں:

- ☆ بچوں کے ساتھ طرزِ عمل
- ☆ بیماروں کے ساتھ طرزِ عمل
- ☆ عورتوں کے ساتھ طرزِ عمل
- ☆ غلاموں کے ساتھ طرزِ عمل

☆ غیر مسلموں کے ساتھ طرزِ عمل ☆ قیدیوں کے ساتھ طرزِ عمل
☆ مخنث کے ساتھ طرزِ عمل ☆ یتیموں کے ساتھ طرزِ عمل

بچوں کے ساتھ طرزِ عمل

رسول اللہ ﷺ نے احترامِ آدمیت کا درس دینے کے ساتھ ساتھ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ احسن سلوک روا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ایک عرب سردار اقرع بن حابس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ ننھے حسینؓ کا بوسہ لے رہے تھے، اقرع کہنے لگا:

"حضور ﷺ! میرے دس بچے ہیں، میں کبھی اپنے کسی ایک بچے کو بھی نہیں چوما۔"

اس پر آقا ﷺ نے فرمایا:

من لایَرحم لایُرحم۔(۴)

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

مزید بر آں ایک موقع پر آپ ﷺ نے چھوٹوں اور بڑوں کا خیال رکھنے کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی:

لیس منا من لم یرحم صغیرنا و لم یُوقِّر کبیرنا۔(۵)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔"

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ ام خالد،جو خالد بن سعید کی بیٹی تھیں' بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے باپ کے ساتھ آئی، میں نے ایک زرد قمیض پہنی ہوئی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا: واہ واہ کیا کہنا"سنہ سنہ" یہ حبشی زبان کا لفظ ہے ام خالد کہتی ہیں:(میں کم سن بچی تو تھی ہی) میں جا کر رسول اللہ ﷺ کی پشت پر مہر نبوّت سے کھیلنے لگ گئی۔میرے باپ نے مجھے جھڑکا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو کھیلنے دے۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے یوں دعا دی:"یہ کپڑا پرانا کر پھاڑ، پرانا کر پھاڑ۔" تین بار یہی فرمایا۔عبد اللہ کہتے ہیں:

"وہ کرتا تبرک کے طور پر رکھا رہا یہاں تک کہ کالا پڑ گیا۔"(۶)

☆ آپ ﷺ نے ایک بچے کو گود میں اٹھایا تو اس نے کپڑے پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی بہا کر صاف کر لیا۔(۷)

☆ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، اس کا نام ابو عمیر تھا،(اس کے پاس ایک چڑیا تھی) آپ ﷺ آئے ابو عمیر سے فرمانے لگے: **یَا أَبَا عُمَیر! مَا فَعَلَ النُغَیر؟**(۸)

"اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کیا ہوئی؟"

آپ ﷺ اپنی انتہائی مصروفیت کے باوجود صحابہ کرام ؓ کے بچوں کے ساتھ نرمی، محبت اور انسیت کا معاملہ فرماتے، انھیں خوش کرنے کی ترکیبیں اپناتے، ان کے پرندوں تک کے بارے میں استفسار کرتے، آپ ﷺ کے اس

محبت بھرے جملے سے فقہاء عظام نے کئی مسائل نکالے ہیں۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ نہایت شفقت کا معاملہ فرماتے اور ایسا ہی کرنے کا حکم دیتے تھے۔

بیماروں کے ساتھ طرزِ عمل

رسول اللہ ﷺ خود بھی بیماروں کی عیادت اور خبر گیری فرماتے اور مسلمانوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ چنانچہ بیماروں کی خبر گیری، غمگساری اور ہمدردی کرنا ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مسلمان کے مسلمان پر چھے حقوق ہیں، ایک یہ ہے کہ اگر وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کی جائے۔"(۹)

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَطعِمُوا الجائعَ وَعُودوا المریضَ وفُکُّوا العانِیَ۔(۱۰)

"بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی بیمار پرسی کرو اور قیدی کو آزاد کرو۔"

آپ ﷺ ایک انصاری کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا:

"ماموں جان! لا الٰہ الا اللہ کہیے۔"

وہ کہنے لگے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنا میرے حق میں بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں" (۱۱)

☆ مسلمانوں ہی نہیں، بلکہ آپ ﷺ تو غیر مسلموں کی کی بیمار پرسی کے لیے بھی تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت بھی دیتے تھے۔

☆ ایک یہودی کا لڑکا آپ ﷺ کی خدمت میں تھا۔ وہ ایک دفعہ بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ نے از خود تشریف لا کر اس کی عیادت فرمائی، اس بچے کے سرہانے بیٹھے، پھر اس بچے سے فرمایا: اسلام قبول کرو، اس بچے نے اپنے والد پر نظر ڈالی، والد نے بھی کہا: ابو القاسم ﷺ کی اطاعت کر! لہٰذا وہ بچہ مسلمان ہو گیا، آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے نکلے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ۔(۱۲)

"تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچالیا۔"

عورتوں کے ساتھ طرزِ عمل

رسول اللہ ﷺ نے ازواجِ مطہرات کے ساتھ جس قدر بہترین سلوک کا معاملہ فرمایا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے اپنے عمل اور قول سے مسلمانوں کو عورتوں کے ساتھ نہایت عمدہ رویہ اپنانے کی ترغیب دی۔ احادیث میں نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی اُمت کو بڑی تاکید فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن من أكمل المومنين إيمانا أحسنهم خلقا و ألطفهم بأهله"۔(۱۳)

"کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر اور اپنے بیوی بچوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔"

مزید فرمایا:

خیر کم خیر کم لأهله و أنا خیر کم لأهلي ۔ (۱۴)

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جو اپنی بیوی کے حق میں سب سے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔"

ایک اور روایت میں بیان فرمایا:

خیار کم خیار کم لنسائهم (۱۵)

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہے۔"

حجۃ الوداع کے موقعے پر نبی ﷺ نے جو اہم باتیں اپنی اُمت کو ارشاد فرمائیں، ان میں ایک یہ بھی تھی:

استوصوا بالنساء خیرا فإنهن عندکم عوان۔ (۱۶)

"عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، وہ تمھارے پاس اسیر ہیں۔"

ایک موقعے پر کچھ عورتوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خاوندوں کی شکایتیں کیں تو آپ نے ایسے مردوں کی بابت فرمایا:

فلا تجدون أولئک خیار کم۔ (۱۷)

"ان لوگوں کو تم اپنے میں بہتر نہیں پاؤ گے۔"

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا:

من أحق الناس بحسن صحابتي؟ قال: أمک، قال: ثم من؟ قال: ثم أمک، قال: ثم من؟ قال: ثم أمک، قال: ثم من؟ قال: ثم أبوک۔ (۱۸)

"میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں۔ اس نے پھر پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری ماں۔ اس نے کہا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: پھر تمھارا باپ۔"

اس حدیث میں تین مرتبہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمانے کے بعد چوتھی مرتبہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ تین تکلیفیں ایسی ہیں جو صرف ماں برداشت کرتی ہے، بچے کے باپ کا اس میں حصہ نہیں۔ ایک حمل کی تکلیف، جو نو مہینے عورت برداشت کرتی ہے۔ دوسری وضع حمل (زچگی) کی تکلیف، جو عورت کے لیے موت و حیات کی کشمکش کا ایک جاں گسل مرحلہ ہوتا ہے۔ تیسری رضاعت (دودھ پلانے) کی تکلیف، جو دو سال تک محیط ہے۔ بچے کی شیر خوارگی کا یہ زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ ماں راتوں کو جاگ کر بھی بچے کی حفاظت و نگہداشت کا مشکل فریضہ

سر انجام دیتی ہے۔ اس دوران بچہ بول کر نہ اپنی ضرورت بتلا سکتا ہے، نہ اپنی کسی تکلیف کا اظہار کر سکتا ہے۔ صرف ماں کی ممتا اور اس کی بے پناہ شفقت اور پیار ہی اس کا واحد سہارا ہوتا ہے۔ عورت یہ تکلیف بھی ہنسی خوشی برداشت کرتی ہے۔ یہ تین مواقع ایسے ہیں کہ صرف عورت ہی اس میں اپنا عظیم کردار ادا کرتی ہے اور مرد کا اس میں حصہ نہیں۔ انھی تکالیف کے پیشِ نظر شریعت نے باپ کے مقابلے میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کی زیادہ تاکید کی ہے۔

غلاموں کے ساتھ طرزِ عمل

پوری دنیا کی طرح عرب معاشرے میں بھی غلامی پوری طرح رچی بسی تھی۔ بڑی حد تک یہ معاشرے کی ناگزیر ضرورت بن چکی تھی۔ آئے دن کی لڑائی بھڑائی اس رواج کو مزید تقویت پہنچا رہی تھی۔ ان حالات میں اسلام اپنی جملہ خصوصیات کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اس نے اسے فوری طور پر برداشت کیا، رائج خرابیوں کو رفع کرنے کی پوری کوشش کی۔ عام لوگوں کے حالات پر غور و فکر کرنے کے بعد اس میں موجود خرابیوں کو دور کرنے کے لیے اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ہر ممکن کوشش کی۔ دین کی اشاعت کا محور و مرکز بھی یہی تھا۔ اس طرح اللہ کے رسول ﷺ کی نظر سماج کے کم زور طبقات پر بھی پڑی۔ ان میں یہ غلام بھی تھے۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کیا جائے۔ آپ نے جس انداز اور فراخ دلی سے انھیں سماج میں بلند مقام و مرتبہ دلایا ایک روشن حقیقت ہے۔ آپ نے ان کے حقوق کی بحالی کے لیے مختلف قسم کے قانون بنائے تاکہ غلاموں کو آزادی دی جا سکیں یا وہ ازخود آزادی حاصل کر سکے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ نے جو اصول وضوابط مقرر فرمائے وہ درج ذیل تھے:

عہد نبوی یا اس کے قریبی زمانے میں اسلام کے استحکام کے لیے مدافعانہ جنگیں ہوئیں۔ اسلام نے صرف ان قیدیوں کو غلام بنانے کی اجازت دی جو شرعی جنگ میں گرفتار ہوئے ہوں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> فَإِذا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاء حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا۔ (١٩)
>
> ”پس جب ان کافروں سے تمھاری مڈبھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد (تمھیں اجازت ہے) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرلو، تاکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔“

جنگوں کے علاوہ کسی کو زبردستی غلام بنانے کا جو رواج اور دستور تھا، اس کی اسلام نے بالکل اجازت نہیں دی۔ ارشاد ہے:

> ”اللہ تعالیٰ روز قیامت تین آدمیوں سے جھگڑا کرے گا، ان میں سے ایک شخص وہ ہو گا جو کسی آزاد مسلمان کو غلام بنا کر بیچ دے گا۔“(٢٠)

ابتدائے اسلام میں غلاموں کو بیک وقت آزاد بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن انفرادی طور پر مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے غلاموں کو از خود آزاد کر دیں تو عند اللہ وہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَـٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِيْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّائِلِيْنَ وَفِيْ الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ۔ (۲۱)

"بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخرت اور فرشتوں کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔"

ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ. وَمَا أَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ. فَكُّ رَقَبَةٍ. أَوْ إِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ. يَتِيْماً ذَا مَقْرَبَةٍ. أَوْ مِسْكِيْناً ذَا مَتْرَبَةٍ۔ (۲۲)

" مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا، یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا مسکین کو کھانا کھلانا۔"

غلام اور لونڈیاں خدمت گاری اور منافع حاصل کرنے کے اہم ذرائع تھے۔ اس لیے مالک انھیں آسانی سے الگ کرنے کو تیار نہیں ہوسکتے تھے۔ اللہ کے رسول نے بڑے ہی حکیمانہ انداز میں انھیں غلاموں کی آزادی پر آمادہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو آتش دوزخ سے بچائے گا۔"(۲۳)

اسی جذبے کے تحت صحابہ کرامؓ نے بڑی تعداد میں غلاموں کو آزاد کرنا شروع کر دیا۔ بلکہ صحابہ کرامؓ آخرت میں بلند مقام حاصل کرنے کے لیے اللہ کے رسولؐ سے دریافت کرتے کہ غلام تو بہت سارے ہیں اور ان میں ہر قسم کے غلام ہیں کس طرح کے غلام کو آزاد کرنے پر زیادہ ثواب ملے گا۔ صحابہ کرام کے اس جوش آزادی کو دیکھ کر آپ ﷺ فرماتے:

"جو غلام تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو اور جو غلاموں میں سب سے اچھا ہو۔"(۲۴)

سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے غلاموں کے ساتھ حد درجہ شفقت و محبت کا معاملہ کیا۔ آپ کی محبت اس مظلوم طبقے کے لیے اتنی گہری اور وسعت لیے ہوئے تھی کہ غلام ان کی جگہ اپنے والدین کی محبت کو ہیچ پاتے تھے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کو جب ان کے گھر والے لینے کے لیے آئے تو

انھوں نے نبی ﷺ کی محبت میں اپنے والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔[۲۵]

رسول اللہ ﷺ کو غلاموں کی ہر وقت فکر رہتی تھی کہ مبادا انھیں کوئی اذیت پہنچائے اور ان کی حق تلفی کرے۔ ہر وقت آپ اپنے اصحاب کو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید فرماتے رہتے، حتیٰ کہ مرض الموت کے وقت بھی نصیحت کرتے ہیں:

"جو باندی اور غلام تمھارے قبضے میں ہیں ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔"[۲۶]

اللہ کے رسول ﷺ نے غلاموں کو 'غلام' کہہ کر پکارنے سے بھی منع کیا ہے۔ اس میں حقارت کا جو پہلو مضمر ہے وہ واضح ہے۔ آپ نے غلاموں کے لیے بڑے ہی خوب صورت القاب وضع کیے اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی:

"تم میں سے کوئی 'میرا غلام' یا میری 'باندی' نہ کہے اور نہ غلام 'میرا رب' کہے۔ مالک کو 'میرے بچے'، 'میری بچی' کہنا چاہیے اور غلام کو چاہیے کہ 'میرا سردار' یا 'سردارنی' کہے۔ کیوں کہ تم سب مملوک ہو اور رب تو سب کا اللہ تعالیٰ ہے۔"[۲۷]

رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کو مارنے کی ممانعت اور آزاد کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ غلاموں سے بھی اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو انھیں زدو کوب کرنے کے بجائے معاف کر دینا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کو مارے تو اللہ کو یاد کر لے۔"[۲۸]

غلاموں کی غلطیوں کو معاف کر دینا بڑے ہی اجر کا کام ہے۔ جس طرح ایک عام آدمی سے کوئی غلطی ہو سکتی ہے، اسی طرح غلاموں سے غلطیوں کا صادر ہونا کوئی بعید نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں یہ وصف بھی نظر آتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اگر غلام سے بھی کوئی غلطی ہو جائے تو اسے سزا دینے کی بجائے معاف کر دیا جائے۔ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور دریافت کیا کہ ہم غلاموں کو کتنی بار معاف کر دیا کریں۔ آپ اس کی بات سن کر خاموش رہے۔ اس نے پھر کہا کتنی مرتبہ اسے معاف کریں، آپ اب بھی خاموش رہے۔ جب اس نے تیسری بار یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہر روز ستر مرتبہ اسے اس کی غلطی پر معاف کر دیا کرو۔"[۲۹]

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ آقا جو کھائے اور پہنے وہی اپنے غلاموں کو کھلائے پہنائے:

"تمھارے بھائی تمھارے خدمت گار ہیں، اللہ نے انہیں تمھارے ماتحت کر دیا ہے، پس جس شخص کا بھائی اس کے ماتحت ہو، اسے چاہیے کہ جو چیز خود کھائے، اسی میں سے اسے بھی کھلائے اور جو پوشاک خود پہنے ویسا ہی اسے بھی پہنائے اور ان پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈالے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر ان کی طاقت سے زیادہ کام لیا جائے تو پھر ان کی مدد کر دیا کرو۔"[۳۰]

غلاموں سے خدمت گاری کا کام لیا جاتا تھا اور یہی لوگ گھروں کے کام کاج انجام دیتے تھے۔ مگر ایسا بھی کیا جاتا کہ لوگ ان کی مزدوری فراموش کر دیتے تھے۔ خود تو ان کے ہاتھ کا بنایا ہوا لذیذ کھانا کھاتے، مگر اس میں سے کچھ بھی غلاموں کو نہ دیتے۔ آپ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا:

"جب تم لوگوں میں سے کسی کا خادم اس کے لیے کھانا تیار کر کے لائے تو چوں کہ اس نے کھانے کی تیاری میں آگ کی گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے، اس لیے اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا چاہیے اور اگر کھانا کم ہو تو تب بھی اس کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دینا چاہییں۔" (۳۱)

حضور اکرم ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحشؓ سے کرائی۔ تاکہ ان کی معاونت سے کتاب و سنت کی تعلیم عام ہو سکے۔ (۳۲)

غلاموں کے ساتھ اس سے بہتر سلوک کی مثال نہیں دی جا سکتی۔ مزید بر آں غلاموں کی شادی کی ترغیب دلاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کے پاس کوئی باندی ہو اور اس کی پرورش کرے اور اس کے ساتھ حسن معاشرت کرے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔" (۳۳)

غیر مسلموں کے ساتھ طرزِ عمل

نبی ﷺ کے یہ اخلاق صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (۳۴)

"اے نبی ﷺ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اور آپ ﷺ نے اپنے عملی نمونے سے خود کو رحمۃ للعالمین ثابت بھی کیا۔ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کا اس سے بہتر نمونہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ انھیں تباہی سے بچا لیا جائے اور یہی فکر تھی جو آنحضور ﷺ کو شب و روز رہتی تھی۔ آپ کی اس حالت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔ (۳۵)

"پس کیا تم شدتِ غم کے باعث اُن کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر دو گے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔"

اسی طرح ایک دوسری جگہ فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (۳۶)

"کیا تو اپنی جان کو اس لیے ہلاک کر دے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔"

عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔ (۳۷)

"تم کھانا کھلایا کرو اور ہر کسی کو سلام کیا کرو خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہیں جانتے۔"

یہودی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں بہت بڑھے ہوئے تھے اور اپنے شاطر دماغوں سے کوئی نہ کوئی طریقہ آپ ﷺ یا مسلمانوں کو تکلیف دینے کا ڈھونڈتے رہتے تھے۔ لیکن نبی ﷺ نے ہمیشہ ان کو نرمی سے جواب دیا اور اپنے اصحاب کو بھی نرمی کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ایک یہودی گروہ آنحضورؐ کی خدمت میں آیا اور انھوں نے شرارتاً اَلسَّلَامُ عَلَيكُم کی بجائے اَلسَّامُ عَلَيكُم (یعنی تم پر ہلاکت ہو) کہا۔ مجھے سمجھ میں آگیا۔ میں نے انھیں کہا کہ ہلاکت تم پر ہو اور انھیں ملامت کی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ عائشہ ٹھہرو:

اِنَ اللہَ یُحِبّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ۔

"اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی پسند کرتا ہے۔"

میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول کیا آپ نے سنا نہیں کہ انھوں نے کیا کہا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے انھیں جواب میں کہہ دیا تھا کہ وَعَلَيْكُمْ یعنی تم پر بھی۔ (۳۸)

آپ ﷺ کو سب کے درد کا احساس تھا اس لیے اگر کوئی غیر مسلم بھی بیمار ہوتا تو آپ اس کی تیمارداری کے لیے تشریف لے جاتے۔ حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ غُلَامًا لِيَهُوْدَ، كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهُ۔ (۳۹)

"نبی ﷺ کا ایک خادم یہودی تھا جو بیمار ہو گیا۔ نبی ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔"

کافر کی حد درجہ مہمان نوازی بھی رسول اللہ ﷺ کے بہترین سماجی طرزِ عمل کی مظہر ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

انَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ضَافَهُ ضَيْفٌ كَافِرٌ، فَأَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ، ثُمَّ أُخْرَى فَشَرِبَهُ، ثُمَّ أُخْرَى فَشَرِبَهُ حَتَّى شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِيَاهٍ، ثُمَّ أَصْبَحَ مِنَ الْغَدِ فَأَسْلَمَ، فَأَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِأُخْرَى فَلَمْ يَسْتَتِمَّهَا۔ (۴۰)

"رسول کریم ﷺ نے ایک کافر کی مہمان نوازی کی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری منگوائی اور اس کا دودھ دوہا گیا۔ وہ اس کا دودھ پی گیا۔ پھر ایک دوسری منگوائی گئی اور اس کا دودھ دوہا گیا تو اس نے اس کا دودھ بھی پی لیا۔ پھر ایک تیسری بکری منگوائی گئی تو وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ حتیٰ کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ اگلے دن صبح کے وقت اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے بکری

منگوائی اور اس کا دودھ دوہا گیا۔ پس اس نے دودھ پی لیا پھر نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے ایک اور بکری منگوائی مگر وہ اس کا دودھ مکمل طور پر نہ پی سکا۔"

ایک کافر ہے آپ کے محبوب، خدا کا انکار کرنے والا اس کی مہمان نوازی فرما رہے ہیں اور اس درجہ بڑھ گئے ہیں اس خلق میں کہ وہ دودھ پیتا جارہا ہے اور آپؐ اس کے لیے دودھ منگواتے جارہے ہیں۔

جب شام فتح ہوا تو مسلمانوں نے شام کے لوگوں سے جو عیسائی تھے ٹیکس وصول کیا لیکن اس کے تھوڑے عرصے بعد رومی سلطنت کی طرف سے پھر جنگ کا اندیشہ پیدا ہو گیا جس پر شام کے امیر حضرت ابو عبیدہؓ نے تمام وصول شدہ ٹیکس عیسائی آبادی کو واپس کر دیا اور کہا کہ جنگ کی وجہ سے جب ہم تمھارے حقوق ادا نہیں کر سکتے تو ہمارے لیے جائز نہیں کہ یہ ٹیکس اپنے پاس رکھیں۔ عیسائیوں نے یہ دیکھ کر بے اختیار مسلمانوں کو دعا دی اور کہا خدا کرے تم رومیوں پر فتح پاؤ اور پھر اس ملک کے حاکم بنو۔[۴۱]

جب حضور ﷺ نے خیبر فتح کیا تو یہود خیبر کی درخواست پر انھیں کاشتکاری کی اجازت دی۔ جب فصل کٹنے کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو وصولی کے لیے بھیجا تو آپ نے اس وقت کی فصل، جو کہ کھجوریں تھیں، دو حصوں میں برابر تقسیم فرمائیں۔ اس پر انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں ہمارے حصے سے زیادہ تقسیم فرما رہے ہیں کیونکہ ان کے اپنے اصول کے مطابق ان کا حصہ آدھا نہیں بنتا تھا لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا تمھیں ضرور آدھی ہی ملیں گی کیونکہ تم سے معاہدہ اسی طرح ہوا تھا۔ اس پر وہ بے اختیار بول اٹھے:

هٰذَا الْحَقُّ وَبِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ۔[۴۲]

"یہ حق ہے اور اسی سے آسمان و زمین قائم ہیں۔"

جب نجران کے عیسائی مدینے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو اس وقت آپ مسجد نبوی میں نماز عصر سے فارغ ہوئے تھے۔ یہ لوگ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ جب ان کی نماز کا وقت ہوا تو وہ مسجد ہی میں نماز ادا کرنے لگے۔ اس پر آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ انھیں نماز پڑھنے دو۔ انھوں نے مشرق کی طرف منھ کر کے نماز پڑھی۔[۴۳]

قیدیوں کے ساتھ طرزِ عمل

ہجرت مدینہ کے بعد اسلام اور کفر کے درمیان بڑی بڑی جنگیں ہوئیں۔ ان میں بڑی تعداد میں دشمن کی فوج کو قید کیا گیا۔ باوجود اس کے آپ نے ان کی رہائی کی مختلف سبیلیں نکالیں۔ ابن قیم جوزیؒ لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ نے جنگی قیدیوں میں سے بعض کو ازراہ احسان رہا کر دیا، بعض کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا اور بعض کو قتل کروادیا اور بعض کو مسلمان قیدیوں کے عوض رہا کر دیا گیا۔"[۴۴]

حسب تقاضائے مصلحت آپ نے یہ تمام صورتیں اختیار فرمائیں۔ جنگ بدر میں آپ کے چچا حضرت عباس گرفتار ہوئے تو بعض صحابہؓ نے کہا کہ انھیں یوں ہی رہا کر دیا جائے ،یا فدیہ لینے میں ان کے ساتھ کچھ نرمی برتی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک درہم بھی نہ چھوڑا جائے۔ (۴۵) اسی غزوے میں آپ کے داماد یعنی حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے شوہر بھی گرفتار ہوئے۔ آپ کی بیٹی نے شوہر کی رہائی کے لیے قیمتی ہار روانہ کیا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کہنے پر صحابہ نے زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے شوہر کا فدیہ لیے بغیر انھیں اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ مکے جا کر حضرت زینب کو باعزت مدینہ روانہ کر دیں گے۔ (۴۶) کچھ قیدی ایسے تھے جن کے پاس فدیہ ادا کرنے کے لیے کچھ نہ تھا۔ نبی نے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا کہ وہ مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں اور آزادی حاصل کر لیں۔ (۴۷) اس سے معلوم ہوا کہ مال کے علاوہ کسی کام کو بھی فدیہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ سربراہ مملکت کی صوابدید پر ہے کہ وہ قیدیوں کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کرے۔ بنو ہوازن کے قیدیوں کو غنیمت کے طور پر صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا گیا۔ مگر جب ان لوگوں نے ان کی رہائی کی بات آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے رکھی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ انھیں واپس کر دیا جائے۔ (۴۸)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہیں چاہتے تھے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنایا جائے۔ اگر کوئی ان کی رہائی کے بارے میں ذرا بھی پہل کرتا تو آپ آگے بڑھ کر آزاد کر دیتے تھے۔ جو لوگ کسی طرح سے بھی آزادی حاصل کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے اور قیدیوں کا سردار بھی انھیں رہا نہ کروانا چاہتا تھا، انھیں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بہ شکل مجبوری غلام کی حیثیت سے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ ان قیدیوں کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین بڑی شفقت و مہربانی سے پیش آتے تھے۔ خود روکھا سوکھا کھانے پر اکتفا کرتے اور انھیں عمدہ کھانا فراہم کرتے تھے۔ ان قیدیوں میں بعض کا بیان ہے کہ مسلمانوں کے اس لطف و کرم کو دیکھ کر ہمیں غیرت آنے لگی تھی۔ (۴۹)

مخنث کے ساتھ طرزِ عمل

یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ مخنث کا مفہوم کیا ہے۔ ”المنجد“ میں مخنث کا لغوی مفہوم یہ ہے:

المخنث: ڈھیلے اور لچکدار اعضاء کے حامل کو کہتے ہیں۔ (۵۰)

ابنِ عابدین رقم طراز ہیں:

”مخنث وہ ہوتا ہے جو کلام کی نرمی، دیکھنے میں اور حرکات و سکنات میں عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور مخنث کے مرد ہونے میں کوئی خفا نہیں ہوتا۔“ (۵۱)

مخنث کی دو اقسام ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ جو عورت کے مشابہ پیدا کیے گئے ہوں۔

۲۔ وہ جو عورت کے مشابہ پیدا نہیں کیے گئے بلکہ انہوں نے خود تکلفاً عورت کی مشابہت اختیار کی ہو۔ (۵۲)

سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے:

لعن النبی ﷺ المخنثین من الرجالِ والمترجلات من النساءِ وقال اخرجوھم من بیوتکم۔ (۵۳)

"نبی ﷺ نے تکلفاً عورت بنے مردوں اور تکلفاً مرد بنی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔"

بدقسمتی سے ہمارے سماج میں اس صنف کو بے حیائی اور ناچ گانے سے جوڑ دیا گیا ہے۔ یہ بات اکثر مشاہدے سے گزرتی ہے کہ اس صنف کو عزت دینے کی بجائے ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہ جنس مجرمانہ حد تک ہماری عدم توجہی اور غفلت کا شکار ہے۔ ہمیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہم انھیں محض جنسیت کی بنیاد پر ایک مضحکہ خیز زندگی جینے پہ مجبور کریں۔ ہمارے معاشرے میں ان کا جو مقام اور جو کام ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کو ایک نارمل زندگی گزارنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا۔ یقیناً اس صورت حال میں ہمارا بھی کوئی کردار بنتا ہے جس سے ہمارا ذمے دار طبقہ چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پہ اس حوالے سے جو رویہ پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ان سے پردے کا اہتمام کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ اور مزید یہ کہ ایک خاص طبقے نے ناچ گانے کے ذریعے ان کو اپنا ذریعہ آمدن بنالیا ہے۔ اور ایسے میں سادہ لوح لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جنس محض اسی کام کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ بدقسمتی سے ان سے لی جانے والی منفی سرگرمیوں کی وجہ سے معاشرے میں نہ ان سے کوئی تعمیری کام لیا گیا اور نہ ان کو کہیں خود انحصاری کا موقع دیا گیا۔ اسی کشمکش میں کتنے باصلاحیت لوگ اپنی صلاحیتوں کے اظہار سے محروم رہ گئے ہوں گے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ چونکہ انسانوں سے پیدا ہوتے ہیں، اس لیے ان کو بھی انسان مانا جائے اور ان کے ساتھ انسانوں جیسا رویہ روا رکھا جائے۔ ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی حیثیت کو شرعی تناظر میں دیکھا جائے اور سیرتِ طیبہ سے اس ضمن میں راہنمائی حاصل کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ جنس موجود تھی، بعض کے نام بھی ملتے ہیں کہ وہ معیت، نافع، ابومار یہ الجنّہ اور مابور جیسے ناموں سے پکارے جاتے تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرائع اسلام ادا کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے، جہاد میں شریک ہوتے اور دیگر امور خیر بھی بجالاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے متعلق پہلے یہ خیال کرتے تھے کہ یہ بے ضرر مخلوق ہے۔ آدمی ہونے کے باوجود انھیں عورتوں کے معاملات میں چنداں دلچسپی نہیں ہے۔ اس لیے آپؐ ان کے ازواج مطہرات کے پاس آنے جانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے، لیکن جب آپؐ کو پتہ چلا کہ انھیں عورتوں کے معاملات میں خاصی دلچسپی ہی نہیں بلکہ یہ لوگ نسوانی معلومات بھی رکھتے ہیں، تو آپؐ نے انھیں ازواج مطہرات اور دیگر مسلمان خواتین کے ہاں آنے جانے سے منع فرما دیا، بلکہ انھیں مدینہ بدر کر کے روضہ خاخ، حمرآء الاسد اور نقیع کی طرف آبادی سے دور بھیج دیا، تاکہ دوسرے لوگ ان کے برے اثرات سے محفوظ رہیں۔ (۵۴)

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو حکم دیا کہ انھیں بے ضرر خیال کر کے اپنے پاس نہ آنے دیں، بلکہ انھیں گھروں میں داخل ہونے سے روکیں۔ (۵۵)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ایسا مخنث لایا گیا جس نے عورتوں کی طرح اپنے ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے ہوئے تھے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ یہ ازخود عورتوں جیسی چال ڈھال پسند کرتا ہے تو آپ نے اسے مدینہ بدر کر کے علاقہ نقیع میں بھیج دیا، جہاں سرکاری اونٹوں کی چراگاہ تھی۔ آپ سے کہا گیا اسے قتل کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا:

"مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔" (۵۶)

حج کے معاملے میں ان کے لیے حکم یہ ہے کہ عورتوں جیسا احرام اختیار کرے، یعنی عام لباس پہنے، اپنے چہرے کو کھلا رکھے، تاہم اگر کوئی اجنبی سامنے آجائے تو گھونگھٹ نکالے، جیسا کہ عائشہؓ کا بیان کتب حدیث میں مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتیں اور قافلے ہمارے پاس سے گزرتے جب وہ ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنی چادریں اپنے چہروں پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم انھیں اٹھا دیتیں۔ (۵۷)

یہاں سرِدست ان کی فلاح کے لیے چند تجاویز پیش ہیں کہ جن پہ عمل کر کے ان کو قومی دھارے میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ انھیں ایک انسان کے طور پر قبول کیا جائے۔

۲۔ انھیں تعلیم، تربیت اور روزگار کے مواقع مہیا کیے جائیں۔

۳۔ ان سے دین کی تبلیغ واشاعت کا کام لیا جائے۔

۴۔ وہ بھی شرعی احکام کا پابند ہے، اگر مرد ہے تو مردوں جیسے اور اگر عورت ہے تو عورتوں کے احکام پر عمل کیا جائے۔

۵۔ ان کے جسموں میں قدرتی طور پر لچک ہوتی ہے۔ اس بنا پر ان کو مختلف کھیلوں اور اور جمناسٹک وغیرہ میں کردار دیا جاسکتا ہے۔

یتیموں کے ساتھ طرزِ عمل

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر یتیموں کے ساتھ احسن انداز میں معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اسی کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف اس حکم کی بجا آوری میں کوئی کسر پیچھے نہ چھوڑی بلکہ اپنی امت کو بھی یتامیٰ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی۔ مثال کے طور پر ذیل میں کچھ احادیث پیش کی جاتی ہیں:

سہل بن سعدؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى (۵۸)

" میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ۔ آپ نے اپنی دو انگلیوں

انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرکے بتایا۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَأَشَارَ مَالِكٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى (۵۹)

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ وہ یتیم اس کا رشتے دار ہو یا غیر، جنت میں اس طرح ہوں گے، جیسے یہ دو انگلیاں۔ امام مالکؒ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرکے بتایا۔"

بچہ اپنی ہر ضرورت کے لیے ماں باپ کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر وہ ماں باپ کے سہارے سے محروم ہو جائے تو پھر اس سے زیادہ بے بس و بے کس شاید ہی اور کوئی ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی یتیم کی ذمے داری اٹھاتا اور اُس کی کفالت کرتا ہے وہ خدا کی نظر میں اتنا پسندیدہ عمل کرتا ہے کہ اسے جنت میں میرا ساتھ اس طرح میسر ہو گا جیسے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی ساتھ ساتھ ہوتی ہیں۔

حاصلِ تحقیق

تحقیق ہٰذا کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جہالت اور گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا معاشرہ، تیئیس برس کے مختصر عرصے میں ایک ایسا انقلاب بپا ہوا کہ وہ ایک صالح، فلاحی اور مثالی معاشرہ بن گیا تھا۔ اس انقلاب کے اسباب و محرکات پر غور کیا جائے تو واضح انداز میں یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس اعلیٰ ترین سماجی طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا اس سے قبل اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس کے بعد معاشرے میں مثبت تبدیلی کی آنا یقینی تھا۔ آج ہم اپنے معاشرے پر غور کریں تو اس کا بھی قریب قریب وہی حال ہے جو کہ اُس وقت کے معاشرے کا تھا۔ چنانچہ اگر ہم سیرتِ طیبہ کے سماجی پہلو سے رہنمائی لے کر اصلاحِ احوال کی راہیں نکال سکتے ہیں۔ معاشرے کے ہر فرد پر درجہ بدرجہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ تحقیق بالا سے رہنمائی لیتے ہوئے دورِ جدید میں معاشرتی اصلاح کے کام میں اپنا حصہ ڈالیں۔

حوالہ جات

۱۔ القلم:۴
۲۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، دارالسلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیہ، الریاض ۲۰۰۰ء، رقم الحدیث:۱۷۳۹، ص ۳۰۱
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، دار صادر، بیروت، ۱۰/۱۹۱، رقم الحدیث:۲۰۵۷۱
۴۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث سجستانی، السنن، دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض، ۲۰۰۹ء، رقم الحدیث:۵۲۱۸، ص ۱۰۲۷
۵۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، دارالسلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ الاولیٰ، الریاض، ۱۹۹۹ء، رقم الحدیث:

۱۹۱۹، ص۴۴۸

۶۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالسلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیہ، الریاض، ۱۹۹۹ء، رقم الحدیث:۵۸۲۳، ص۱۰۲۷

۷۔ ایضاً، رقم الحدیث:۶۰۰۲، ص۱۰۵۰

۸۔ ایضاً، رقم الحدیث:۶۱۲۹، ص۱۰۶۸

۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۵۶۵۰، ص۹۶۲

۱۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۵۶۴۹، ص۱۰۰۰

۱۱۔ احمد بن حنبل، المسند، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاولیٰ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، المسند، ۳/۱۵۴

۱۲۔ ایضاً، ۳/۱۵۴

۱۳۔ ترمذی، السنن، رقم الحدیث:۲۶۱۲، ص۵۹۴

۱۴۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۲۰۰۹ء، رقم الحدیث:۱۹۷۷، ص۳۵۳

۱۵۔ ایضاً، رقم الحدیث:۱۹۷۸، ص۳۵۴

۱۶۔ ایضاً، رقم الحدیث:۱۸۵۱، ص۳۳۱

۱۷۔ ایضاً، رقم الحدیث:۱۹۸۵، ص۳۵۵

۱۸۔ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۶۵۰۰، ص۱۱۱۷

۱۹۔ محمد:۴

۲۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۲۲۷۰، ص۳۶۱

۲۱۔ البقرہ:۱۷۷

۲۲۔ البلد:۱۱-۱۶

۲۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۲۵۱۷، ص۴۰۷

۲۴۔ ایضاً، رقم الحدیث:۲۵۱۸، ص۴۰۸

۲۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ صحابۃ، دارالشعب، قاہرہ، ۱۹۷۰ء، ۲/۲۸۲

۲۶۔ ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث:۵۱۵۶، ص۱۰۱۵

۲۷۔ ایضاً، رقم الحدیث:۴۹۷۵، ص۹۸۲

۲۸۔ ترمذی، السنن، رقم الحدیث:۱۹۵۰، ص۴۵۳

۲۹۔ ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث:۵۱۶۴، ص۱۰۱۷

۳۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۲۵۴۵، ص۴۱۱

۳۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۲۵۵۷، ص۴۱۲

۳۲۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۷/۱۲۵

۳۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۷۲۵۴، ص۱۱ ۴
۳۴۔ الانبیاء:۱۰۸
۳۵۔ الکہف:۶
۳۶۔ الشعراء:۳
۳۷۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۱۲، ص۵
۳۸۔ ایضاً، رقم الحدیث:۶۰۲۴، ص۱۰۵۳
۳۹۔ ایضاً، رقم الحدیث:۵۶۵۷، ص۱۰۰۱
۴۰۔ ترمذی، السنن، رقم الحدیث:۱۸۱۹، ص۴۲۹
۴۱۔ البلاذری، فتوح البلدان، دارالفکر للطباعۃ للنشر والتوزیع، بیروت، ص۱۴۶
۴۲۔ ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث:۳۴۱۰، ص۶۹۱
۴۳۔ ابن ہشام، السیرہ النبویہ، ص۳۹۶
۴۴۔ ابن قیم الجوزی، زادالمعاد، دارالریان للتراث، قاہرہ، ۱۹۸۷ء، ۱۱۰/۳
۴۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۴۰۱۸، ص۶۷۸
۴۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲۹۷/۲
۴۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲۴۷/۱
۴۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۴۳۱۹، ص۷۳۰
۴۹۔ ابن جریر طبری، تاریخ طبری، دارالمعارف، قاہرہ، ۱۹۷۷ء، ۴۶۱/۲
۵۰۔ لوئس معلوف، المنجد فی اللغۃ، المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، ۲۰۱۰ء، ص۸۴۹
۵۱۔ ابن عابدین، ردالمحتار علی الدرر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۸۳/۳
۵۲۔ ایضاً، ص:۱۸۴
۵۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۶۸۳۴، ص۱۱۷۸
۵۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۴۲۳۴، ص۷۱۸
۵۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۵۲۳۵، ص۹۳۵
۵۶۔ ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث:۴۹۲۸، ص۹۸۳
۵۷۔ ایضاً، رقم الحدیث:۱۸۳۳، ص۳۷۴
۵۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۶۰۰۵، ص۱۰۵۰
۵۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۶۹۴۷، ص۱۲۹۰